کتاب نما

اسلام اپنی نگاہ میں، ڈاکٹر ساجیکو مراتا، ولیم سی چیٹک۔ مترجم: محمد سہیل عمر۔ ناشر: اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور و ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ طبع اول ۲۰۰۸ء، صفحات: ۶۳۳۔ قیمت: ۶۰۰ روپے۔

عالمی جامعات میں خصوصاً امریکا میں انڈر گریجوایٹ طلبہ کے لیے انسانی علوم میں تعارفی کورس لینے کا رواج ہے اور اکثر طلبہ مذہبیات، عمرانیات، نفسیات یا موسیقی بطور ایک مددگار کورس کے لیتے ہیں۔ شعبہ ہائے فلسفہ و مذہب طلبہ کی سہولت، ذہنی ترقی اور معلومات کے لیے اکثر ایسے کورس وضع کرتے ہیں اور طلبہ کی ایک اچھی خاصی تعداد ان میں دل چسپی لیتی ہے، جب کہ ہمارے ہاں اس کے بالکل برعکس اسلامیات ایک لازمی مضمون ہونے کے باوجود اساتذہ، لوازمہ اور طرزِ تدریس تینوں پہلوؤں سے عدمِ دل چسپی کی اعلیٰ مثال نظر آتا ہے۔

زیرنظر کتاب اسلام اپنی نگاہ میں دراصل انگریزی کتاب *Vision of Islam* کا ترجمہ ہے جو ۱۹۹۴ء میں طبع ہوئی۔ چیٹک اور مراتا اپنے پیش لفظ میں وضاحت کرتے ہیں کہ یہ کتاب ان کے اسلام پر تعارفی کورس پڑھانے کے نتیجے میں وجود میں آئی اور اس میں طلبہ اور خصوصاً مغربی ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کا ایک عمومی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس سے قبل اسلام کے تعارفی مطالعہ کے لیے جو کتب امریکا میں عموماً استعمال کی جاتی رہی ہیں ان سے استفادہ کے ساتھ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ کوشش کی جائے کہ قرآن و حدیث اور خصوصاً امام غزالی کی احیا علوم الدین سے مدد لیتے ہوئے جابجا حوالے شامل کر لیے جائیں اور بڑی حد تک غیر متعصبانہ انداز میں اسلام کا ایک تصور (vision) سامنے آجائے۔ اس سے قبل ایچ آر گب کی *Mohammdanism* (طبع اول ۱۹۴۹ء)، الفرڈ گیوم کی *Islam* (طبع اول ۱۹۵۴ء)، جان اے ولیمز کی *Islam* (طبع اول ۱۹۶۳ء)، کینٹ ول اسمتھ کی

Islam in Modern History (طبع اول ۱۹۵۷ء)، فلپ کے ہٹی کی Islam: A Way of Life (طبع ۱۹۶۶ء)، کینتھ کریگ کی Islam from Within (طبع اول ۱۹۷۰ء)، فضل الرحمٰن کی Islam (طبع اول ۱۹۸۰ء) اور بعد میں آنے والی کتب میں وکٹر ڈینز کی The Islamic Tradition: An Introduction (طبع ۱۹۸۸ء)، گائی ایٹن کی Islam and The Destiny of Man (طبع ۱۹۸۵ء)، جان اسپوزیٹو کی Islam: The Straight Path (طبع ۱۹۸۸ء)، جے رینارڈ کی In the Footsteps of Muhammad (طبع ۱۹۹۲ء)، این میری شمل کی Islam: An Introduction (طبع ۱۹۹۲ء) مختلف جامعات میں اساتذہ کی اپنی ترجیحات کے پیشِ نظر بطور تعارفی کتب استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں چیٹک جو اس سے قبل Imaginal World: Faith and Practice of Islam: The Sufi Path of Love; The Self Disclosure of God طبع کر چکے تھے، کا اس کتاب کو تحریر کرنا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ جملہ کتب کی موجودگی میں طلبہ اور خصوصاً مغربی ذہن کی ضرورت کے پیش نظر ایک تعارفی کتاب کی مزید ضرورت تھی اور یہ ضرورت سابقہ کتب سے پوری نہیں ہو رہی تھی۔

کتاب ۴ حصوں میں اور ۹ ابواب پر مشتمل ہے جن میں ارکانِ دین، ایمان، توحید، نبوت، آخرت، مسلم فکر، احسان کی قرآنی بنیادیں اور اسلام، تاریخ اور تصورِ تاریخ شامل ہیں۔

کتاب کا مرکزی مضمون حدیث جبریلؑ کے تین اہم نکات اسلام، ایمان اور احسان ہیں۔ مندرجہ بالا ابواب انھی تین بنیادوں کے گرد گھومتے ہیں۔ اس لحاظ سے مغربی طالب علم کے لیے یہ اسلام کا ایک مختلف نوعیت کا تعارف ہے۔ اپنے تمام تر متوازن اور ہمدردانہ طرزِ بیان کے باوجود بعض فکری پہلو اختلاف اور اصلاح کی گنجایش رکھتے ہیں مثلاً تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے اللہ اور الٰہ کی بحث میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ''اسلام میں ایمان کا پہلا رکن خدا ہے'' (ص ۱۱۳)۔ آگے چل کر اس کی وضاحت کی گئی ہے: ''الٰہ ہر وہ چیز ہے جسے پرستش، عقیدت اور اطاعت کا مرکز بنایا جائے'' (ص ۱۱۴)۔ تفصیلی بحث کے بعد ''الٰہ کو god یعنی جھوٹا خدا یا سچا خدا'' اور ''God کو ازروے تعریف سچا خدا'' (ص ۱۱۶) سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ بات بار بار کہی گئی ہے کہ انگریزی

میں 'اللہ' کی اصطلاح مغربی ذہن کو پریشان کرتی ہے، جب کہ اللہ کی جگہ God کہنا زیادہ درست اور افضل ہے۔

ہمیں اس سے فکری بنیاد پر اختلاف ہے۔ اگر ہندوازم کو پڑھاتے ہوئے ایک امریکی غیرہندو استاد Brahma کو ہندو God نہیں کہتا بلکہ برہما ہی کہتا ہے اور یہودیت پڑھاتے ہوئے یہودیوں کے God کی جگہ Yahweh ہی کہتا ہے تو اسلام کے درس میں اللہ کیوں نہیں کہا جاسکتا۔ ایک پہلو جسے اکثر مسلم مفکرین نے بھی بغور نہیں دیکھا، یہ ہے کہ اللہ اسمِ ذات ہونے اور خودقرآن کے تجویز کردہ اسمِ باری تعالیٰ ہونے کے ساتھ عدد اور جنس کی قید سے آزاد اور اللہ کی صمدیت کی علامت ہے، جب کہ God چاہے بڑے G سے ہو چاہے چھوٹے g سے۔اس کی جمع اور تانیث، یونانی مذہب ہو یا ہندوازم، دونوں جگہ عدد اور جنس کی شکل میں پائی جاتی ہے، چنانچہ Goddess اور Gods دونوں کا وجود تاریخ ادیان کا حصّہ ہے۔

دورِ حاضر میں اسلام سے بحث کرتے ہوئے مصنف نے جو خیالات ظاہر کیے ہیں ان میں سے بعض قابلِ غور ہیں۔ اس بات کی صداقت کے باوجود کہ دورِ حاضر میں اسلام، ایمان اور احسان کی تین جہات شاید تمام تحریکاتِ اسلامی میں بدرجۂ اتم نہ پائی جاتی ہوں، تحریکاتِ اسلامی کی اسلام کی تعبیر کو سیاسی اور اس بنا پر انھیں جدیدیت پرست کہنا محلِ نظر ہے (ص ۱۷۵-۷۴۵)۔ ''جدیدیت زدہ اسلام عمومی طور پر روایت کی عقلی تفہیم کو رد کردیتا ہے مگر یہ کہ اسے سیاسی اصطلاحات کے لبادے میں پیش کیا جائے۔ اسلام کی سیاسی تعلیمات اپنی جگہ ایک چیز ہیں لیکن ان کی حیثیت ہمارے ہاں ثانوی اور غیراہم رہی ہے۔ ان سیاسی تعلیمات کو مرکزی حیثیت دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنی روایت سے کٹ رہے ہیں۔ ہمارے زمانے کی اسلامی تحریکوں کے سیاسی منشور اور اس کی تہ میں کارفرما آئیڈیالوجی کا اسلام کی تعلیمات سے شاذ ونادر ہی اساسی تعلّق ہوتا ہے۔ اس کی جگہ ان میں قرآن وحدیث کی ایک ایسی تعبیرِ نو ملتی ہے جس کی بنیاد جمہوریت یا دوسری قسم کی 'اچھی' طرزِ حکومت کے متعلّق جدید مفروضات پر رکھی جاتی ہے (ص ۷۴۵)۔ طویل تر لذیذ حکایت کے بعد یہ حاصلِ تحقیق کلمات بظاہر نہ معروضی کہے جاسکتے ہیں نہ مبنی بر عدل۔

بعض اوقات حکایت کا تذکرہ حکایت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے جس کی زندہ مثال برادرعزیز